eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

ڈاکٹر محمد افضل صفی
اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، کروڑ لعل عیسن، لیہ
محمد جلال الدین نعمانی
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، سمن آباد، فیصل آباد
Dr.Muhammad Afzal Safi **Email:** mafzal.safi@yahoo.com
Assistant professor of Urdu, Government Graduate College, Karor Lal Eison, Layyah
Muhammad Jalal ud Din Nomani **Email:** kashifnomani1@gmail.com
Associate Professor Urdu, Govt. Graduate Degree College, Samanabad Faisalabad

احمد فراز کی شاعری میں صنائع بدائع کا منفرد رنگ

UNIQUE RHETORIC IN AHMAD FARAZ'S POETRY

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i01.79

ABSTRACT

Ilme Badee (Rhetoric) is an important branch of knowledge that deals with poetry. In this branch of knowledge, those tools and standards are discussed which play an important role to evaluate poetry and other related genres. The ways and means to achieve the beauty of poetry are discovered through it. The verse is adorned with the qualities of diction and meaning. These are called “Sana e lafzi and Sana e Manvi".

Though Ahmed Faraz did not deliberately try to use these Sana-e-lafzi-o- Manavi, as the classical master poets used to do, his command over the rules of rhetorics and principles of poetics is unprecedented among his contemporaries. Instead of using these Sanae Badae as that ornaments, Ahmed Faraz uses them to extend their meaning beyond their boundaries. A long-range Sanae Badae is found in his poetry which beautifies his contents and the forms as well.In this article, 34 Sanae Lafzi (with different kinds) and 18 Sanae Manvi have been identified Faraz`s poetry. His individuality is reflected through this Sanae badae.

The particular trait of Ahmed Faraz is that he has not merely used "sanae badae” on a word level, rather he has utilized these “ilme byaan and ilme e maani” in a broad spectrum. On account of these qualities, his poetry is regarded as a beautiful combination of musicality and meaningfulness. Ahmed Faraz is a modern poet but his modernity is deeply rooted in classical values. He, actually, derives the beauty of poetry from the classical system of values comprising “Sana e lafzi and Sana e Manvi". His individuality lies in blending both of the values of the systems i.e classicism and modernism.

KEYWORDS
Ilme Badee, Rhetoric, Ahmad Faraz, Sanae Badae, Sanae Lafzi, Sana e Manvi, Poetical Devices, Ilme Bayan, Ilme Maani, Individuality

Received: 02-May-22
Accepted: 10-Jun-22
Online: 30-Jun-22

کلیدی الفاظ: علم بدیع، احمد فراز، صنائع بدائع، صنائع لفظی، صنائع معنوی، شعریات، علم بیان، علم معانی، انفرادیت

علم بدیع عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی نادر، انوکھا، نیا اور موجد وغیرہ کے ہیں۔ علم معنی اور علم بیان کے بعد علم بدیع کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ علم بلاغت کا تیسرا بڑا شعبہ ہے۔ یہ شعبہ حسن کے ابلاغ میں معاونت کرتا ہے یعنی معانی و بیان کے بعد کلام میں جو کچھ کمی رہ جاتی ہے وہ علم بدیع پوری کرتا ہے۔ اس کا بنیادی منصب کلام میں جمالیاتی عناصر کی نشاندہی کرنا ہے اسے دو حصوں صنائع لفظی اور صنائع معنوی میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ حنیف گنگوہی کے مطابق:

"اس علم کو "بدیع" اس لیے کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے کلام کو محسناتِ بدیعہ سے مزین کرلیتا ہے تو گویا اس کا وہ کلام، بے مثال اور انوکھا ہو جاتا ہے۔ نیز یہ لفظ بٹی ہوئی رسی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ گویا وہ کلام جس کی تزئین وجوہ محسنہ بدیعیہ کے ذریعے تام ہو جائے، وہ ایسا ہے جیسے تلہر بٹی ہوئی رسی کہ مضبوط بھی ہوتی ہے اور خوب صورت بھی۔"(۱)

یہاں محسناتِ بدیعہ سے مراد محسنات لفظی اور محسنات معنوی ہیں۔ انھیں ہم صنائع لفظی اور صنائع معنوی سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ علمِ بدیع کی بنیاد اِنھی دو صنائع پر قائم ہے، ان کا بنیادی مقصد شاعری میں جمالیاتی قدروں کو اجاگر کرنا ہے اور اُن اصولوں کو متعارف کروانا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر کلام میں لفظی خوبیوں کے ساتھ ساتھ معنوی خوبیاں بھی جمع ہو سکیں۔ مزید بر آں لفظ و معانی کو الگ الگ خانوں میں رکھنے کے باوجود مکمل طور پر الگ نہیں کیا جاسکتا۔ بقول عابد علی عابد

"لفظ و معانی کو صرف نظریاتی طور پر جدا کیا جاسکتا ہے ورنہ لفظ، معانی ہی کی حقیقت کا ایک رخ ہے"(۲)

لفظ و معانی کے مابین مربوط تعلق کو سمجھے بغیر علم بدیع سے استفادہ مضحکہ خیز ہو سکتا ہے ۔ صنائع لفظی و معنوی کی تعداد کے حوالے سے علمائے بلاغت میں خاصا اختلاف ہے۔ سب سے زیادہ تعداد یعنی ۱۱۹ مولوی نجم الغنی نے بتائی ہے اور سب سے کم یعنی ۴۷ سید عابد علی عابد نے بتائی ہے۔

"مولوی نجم الغنی رام پوری نے بحر الفصاحت میں ۶۶ صنائع لفظی اور ۵۳ صنائع معنوی سے بحث کی ہے (کل ۱۱۹)
......سید عابد علی عابد نے البدیع میں ۲۲ صنائع لفظی اور ۲۵ صنائع معنوی کو شامل کیا ہے، (کل ۴۷)۔"(۳)

تمام صنائع لفظی و معنوی سے میرے موضوع کا تعلق نہیں۔ میرے موضوع کا تقاضا تو اُن صنائع بدائع کو زیر بحث لانا ہے جو احمد فراز کی شاعری میں برتی گئی ہیں۔ نیز یہ کہ اُن کو کس انداز میں برتا گیا ہے اور کون سی خوبیاں ہیں جو احمد فراز کے صنائع معنوی اور صنائع لفظی میں جدت پیدا کرتی ہیں اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ حسن کی جمالیاتی قدریں ترنم اور نغمہ ہیں۔ "ترنم جو محض حروف علت یا حروفِ صحیح کی خوشگوار تکرار کا نام ہے"(۴) احمد فراز کی شاعری خصوصاً غزل میں مرکزیت کا درجہ رکھتا ہے اور نغمہ جو حروفِ صحیح اور حروفِ علت کے خوبصورت تال میل سے پیدا ہوتا ہے وہ احمد فراز کے صنائع لفظی اور معنوی کے استعمال میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ احمد فراز الفاظ کے انتخاب میں نہایت محتاط ہیں۔ ان کے صنائع بدائع کے استعمال میں ایسے الفاظ بکثرت موجود ہیں جو صوتی، لفظی اور معنوی طور پر باہم مربوط ہیں۔ یہی محتاط رویہ احمد فراز کے صنائع لفظی و معنوی میں جدت و تازگی کا سبب ہے ۔ احمد فراز کے ہاں صنائع لفظی و معنوی کی متعدد صورتیں موجود ہیں جن کی تفصیل پیش خدمت ہیں۔ (یاد رہے اس فہرست میں صنعت تجنیس، تکرار، رد العجز اور لف و نشر کی اقسام بھی شامل کی گئی ہیں۔)

ا۔ احمد فراز کی شاعری میں صنائع لفظی:

ا۔ صنعت تجنیس تام	۲۔ صنعتِ تجنیس لاحق	۳۔ صنعت تجنیس زائد و ناقص
۴۔ صنعت تجنیس محرف / ناقص	۵۔ تجنیس خطی	۶۔ تجنیس مذیل
۷۔ صنعتِ تلمیح	۸۔ صنعت تکرارِ مطلق	۹۔ تکرار مع الوسائط
۱۰۔ تکرار مجدد	۱۱۔ تکرار مشبہ	۱۲۔ تکرار حرف نفی
۱۳۔ صنعتِ سیاقۃ الاعداد	۱۴۔ صنعتِ سجع	۱۵۔ صنعتِ تضمین
۱۶۔ صنعتِ ایداع / رفو	۱۷۔ صنعتِ متتابع	۱۸۔ صنعت تضن المزدوج
۱۹۔ صنعتِ تلمیع	۲۰۔ صنعت لزوم مالا یلزم (اعنات)	۲۱۔ صنعت رد العجز علی الصدر
۲۲۔ رد العجز مع بہ اشتقاق	۲۳۔ رد العجز علی الابتدا	۲۴۔ رد العجز علی العروض
۲۵۔ رد العجز علی الحشو	۲۶۔ صنعتِ اشتقاق	۲۷۔ ترافق
۲۸۔ ذوالقوافی	۲۹۔ صنعت واسع الشفتین	۳۰۔ صنعت منقوط
۳۱۔ تحتانیہ یا تحت النقاط	۳۲۔ فوقانیہ یا فوق النقاط	۳۳۔ صنعت مماثلت
۳۴۔ صنعت تفریع		

۲۔ صنائع معنوی: احمد فراز کی شاعری میں صنائع معنوی کی درج ذیل صورتیں ملتی ہیں:

ا۔ مراعاۃ النظیر	۲۔ صنعتِ تضاد (بلحاظ اسم، فعل، حرف)	۳۔ صنعتِ لف و نشر
۴۔ صنعت جمع	۵۔ صنعتِ تقسیم و جمع	۶۔ صنعت تفریق
۷۔ صنعتِ ادماج	۸۔ صنعتِ عکس و تبدل	۹۔ صنعتِ مبالغہ
۱۰۔ صنعتِ حسنِ تعلیل	۱۱۔ تاکید المدح بہ صورت ذم	۱۲۔ صنعتِ تمثیل
۱۳۔ صنعتِ کلامِ جامع	۱۴۔ صنعتِ تعجب	۱۵۔ سوال و جواب
۱۶۔ صنعتِ استفہامیہ	۱۷۔ کنایہ	۱۸۔ صنعت شوق المعلوم مساق

ان صنائع بدائع کے علاوہ احمد فراز کی شاعری میں ایسی بھی مثالیں موجود ہیں جن میں ایک سے زیادہ صنائع کا استعمال ہوا ہے۔ درج بالا تمام صنائع لفظی و معنوی پر بات کرنا ممکن نہیں یہاں صرف وہ صنائع بدائع پیش کی جاتی ہیں جنھیں احمد فراز نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔

صنائع لفظی

تجنیس تام: جب دونوں لفظ ہر حوالے سے ایک جیسے ہوں یعنی حروف تعداد اور حرکات و سکنات میں بھی ایک جیسے ہوں لیکن اُن کے معنی میں فرق ہو تو اسے تجنیس تام یا مکمل تجنیس کہتے ہیں۔ احمد فراز کی شاعری میں صنعت تجنیس تام اور اِس کی دیگر صورتیں بہ کثرت ملتی ہیں۔ تجنیس تام کی مثال دیکھیے:

لب تشنہ و نومید ہیں اب کے برس بھی

اے ٹھہرے ہوئے ابرِ کرم اب کے برس بھی(۵)

پہلے مصرع میں "برس" یعنی سال کے لیے اور دوسرے مصرع میں "برس" برسنا سے ہے۔

صنعت تجنیس لاحق: تجنیس لاحق کی رُو سے متجانس الفاظ میں ایک حرف کا اختلاف ہوتا ہے۔ یہ اختلاف لفظ کے شروع میں بھی ہو سکتا ہے، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی لیکن اس اختلاف میں ایک بات کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ اختلاف طرزِ تحریر یا املا کا ہو "نقطے" کا نہ ہو ورنہ تجنیس لاحق اور تجنیس خطی کے مدغم ہونے کا خدشہ رہے گا۔ مثال دیکھیے:

کیا گلہ تجھ سے کہ آشوب جہاں ایسا ہے

میں بھی اے یار تری یاد سے غافل ٹھہرا(٦)

یاد اور یار کے آخری حرف کا اختلاف ہے۔

تجنیس زائد ناقص: جب دو متجانس الفاظ میں سے ایک میں کوئی حرف زیادہ اور دوسرے میں کم ہو تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ مثال

اس قدر خوف ہے اب شہر کی گلیوں میں کہ لوگ

چاپ سنتے ہیں تو لگ جاتے ہیں دیوار کے ساتھ(۷)

پہلے مصرعے کا لفظ لوگ میں "و" زائد ہے اور دوسرے مصرعے کے لفظ "لگ" میں کم ہے۔

تجنیس خطی: جب الفاظ شکل و صورت میں ایک جیسے ہوں مگر اُن میں فرق صرف نقطوں کا ہو، اسے تجنیس خطی کہیں گے۔ احمد فراز کی شاعری میں اس صنعت کا استعمال خاصا ملتا ہے۔

مثال: وفا کے باب میں الزام عاشقی نہ لیا

کہ تیری بات کی اور تیرا نام بھی نہ لیا(۸)

باب اور بات میں نقطوں کے فرق سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

تجنیس مذیل: مذیل کے لفظی معنی لمبے دامن کی چادر کے ہیں مگر اصطلاح میں ایسی صنعت کو کہتے ہیں جس میں دو متجانس الفاظ میں سے کسی ایک لفظ کے آخر میں دو حرف زائد ہوں۔ احمد فراز نے تجنیس مذیل کا عمدہ استعمال کیا ہے۔

گل بھی گلشن میں کہاں غنچۂ دہن تم جیسے

کوئی کس منہ سے کرے تم سے سخن، تم جیسے(۹)

اس شعر میں گل اور گلشن سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

تجنیس محرف/ناقص: جب دو لفظ ترتیب حروف میں تشابہ ہوں لیکن حرکات و سکنات میں فرق ہو اُسے تجنیس محرف یا ناقص کہتے ہیں۔ ترجمہ سہیل حدائق البلاغت میں تعریف دیکھیے: "کلام میں اگر دو لفظ ترتیب، نوعیت اور شمار میں ایک جیسے ہوں مگر اعرابِ ثلاثہ میں فرق ہو تو اُسے تجنیس محرف کہتے ہیں۔"(۱۰) مثال

مرے پاسباں مرے نقب زن

مرا ملک ملکِ یتیم ہے (۱۱)

مُلک اور مِلک سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعتِ تلمیح: کلام میں کسی لفظ، ترکیب یا ضرب المثل کا استعمال اس قرینہ سے کیا جائے کہ کسی واقعہ، قصہ یا کہانی کی طرف اشارہ ملے، اُسے صنعت تلمیح کہتے ہیں۔ احمد فراز کی شاعری میں تلمیحات، مذہب اور سیاست کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور ہندی ادب سے متعلق ہیں۔ مذہب کے اعتبار سے صرف مذہب اسلام نہیں دیگر مذاہب سے بھی لی گئی ہیں۔ گوتم، مسیح، کنفیوشس کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں۔ سیاست میں ماؤ لوممبا سوئیکارنو کا ذکر ادب اور سیاست کے ادغام سے کرتے ہیں۔ یہاں صرف ایک مثال کی گنجائش ہے ملاحظہ ہو:

ذکر اس غیرت مریم کا جب آتا ہے فراز
گھنٹیاں بجتی ہیں لفظوں کے کلیساؤں میں (۱۲)

صنعتِ تکرار: کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کی تکرار سے کلام میں حسن اور زور کی خوبی پیدا ہو جائے، اسے صنعتِ تکریر بھی کہتے ہیں۔ نجم الغنی نے اس صنعت کی سات اقسام کا ذکر کیا ہے۔ احمد فراز کے ہاں ان اقسام سے متعدد مثالیں مل جاتی ہیں۔ احمد فراز کی شاعری میں صنعت تکرار کلیشے کی صورت اختیار نہیں کرتی بلکہ جدت وندرت سے مزیّن ہوتی ہے۔ کھنکھناتے الفاظ دل کی تاروں کو چھیڑتے ہیں۔ لفظوں کی تکرار شعر میں موسیقیت اور ترنم کا سماں باندھ دیتی ہے۔ فراز کی شاعری میں صنعتِ تکرار کے استعمال سے متحرک جمالیاتی تصویریں شعر کے پیکر میں ڈھل جاتی ہیں۔ وہ صنعتِ تکرار کا استعمال فطرت کے عین مطابق کرتے ہیں۔ موسیقیت شعر میں عموماً دو واسطوں سے آتی ہے۔ ایک داخلی اور دوسرا خارجی واسطہ۔ خارجی ذرائع میں تکرار، حرفی، تکرار لفظی کا بڑا عمل دخل ہے۔ موسیقیت کا دوسرا ذریعہ داخلی ہے جس میں معنوی ارتعاش اور غنائی طرزِ احساس شامل ہے تاہم احمد فراز کی شاعری میں دونوں ذرائع موسیقیت پیدا کرتے ہیں، خصوصاً صنعتِ تکرار سے جو غنائی طرزِ احساس پیدا ہوتا ہے، وہ فردوس گوش کا درجہ رکھتا ہے۔ احمد فراز کے یہاں صنعتِ تکرار کی جملہ صورتیں موجود ہیں یہاں صرف تکرارِ مطلق کو شامل کیا گیا ہے۔

تکرارِ مطلق: اس میں لفظ مکرر استعمال ہوتے ہیں۔ مقام کی تخصیص نہیں، پہلے مصرعے کے تینوں حصوں یعنی صدر، حشو، عروض / ضرب۔ دوسرے مصرعے کے بھی تینوں / حصوں، ابتدا حشو عجز وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور نظم میں کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔ تکرارِ مطلق کی مثال دیکھیے:

گھنیری وادیوں کے رقص رقص میں
کئی چراغ ظلمتوں کی وادیوں میں کھو گئے (۱۳)

صنعتِ سیاق الاعداد: وہ صنعت جس میں اعداد کا ذکر ترتیب یا بلا ترتیب کیا جائے۔ احمد فراز کے ہاں سیاق الاعداد کا استعمال عمدگی اور سلیقے سے ہوا ہے۔ احمد فراز نے زبان و بیان پر ماہرانہ عبور رکھنے کی بدولت سیاق الاعداد کو بڑی روانی سے استعمال کیا ہے۔ اس طرح ریاضی کے اعداد محض اعداد نہیں رہے بلکہ بولتے ہوئے لفظوں کی صورت ڈھل چکے ہیں۔ اشعار میں اعداد کا سہولت سے بیان نہ صرف اُن کی زباندانی کا آئینہ دار ہے بلکہ اِس سے اُن کی ریاضیاتی دلچسپی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

ساٹھ کے تیس نہیں تیس کے پندرہ دے دے

اپنی مجبوری کا اظہار نہیں کر سکتا(۱۴)

صنعت سجع: جب کلام میں برابر وزن کے ٹکڑے یا ہم وزن الفاظ لائے جائیں تو صنعت سجع پیدا ہوتی ہے۔ بحر الفصاحت اور البدیع میں اِس صنعت کو شامل نہیں کیا گیا البتہ اقبال کے صنائع بدائع میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر نذیر احمد ایم اے اِس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"غزل یا قصیدے میں دو دو یا تین تین فقرہ ہائے ہم وزن ایک طرح کے مذکور کریں اور چوتھا قافیہ اصل غزل یا قصیدہ کا ہو، اس قسم کی غزل یا قصیدہ شاعر کی قوت طبع اور قادر الکلامی کا ایک ثبوت ہوتا ہے۔"(۱۵)

احمد فراز کی شاعری میں اِس صنعت کا استعمال احسن طریقے سے ہوا ہے جو احمد فراز کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔

رہے بے خبر مرے یار تک کبھی اس پہ شک کبھی اسی پہ شک

مرے جی کو جس کی رہی للک وہ قمر جبیں کوئی اور ہے(۱۶)

صنعت متتابع: متتابع کے لغوی معنی پے در پے آنے کے ہیں۔ جب شعر میں مسلسل بات سے بات نکالی جائے تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ جب ایک بات سے دوسری اور دوسری سے تیسری نکالی جائے، اسے صنعت متتابع کہتے ہیں۔(۱۷) احمد فراز کی شاعری سے اِس کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں:

ہر ایک نقش وہی آج بھی ہے جو کل تھا

یہ راکھ خواب بنے خواب سے گلاب بنے(۱۸)

پہلے راکھ سے خواب بننے کا ذکر کیا گیا، پھر خواب سے گلاب بننے کی بات نکالی گئی۔

صنعت تضمن المزدوج: شعر میں قافیے کے علاوہ دیگر دو ہم قافیہ الفاظ کو جوڑ دینے سے صنعت تضمن المزدوج پیدا ہوتی ہے۔ احمد فراز کی شاعری میں صنعت تضمن المزدوج کے استعمال سے برجستگی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے:

کبھی خود کو ٹوٹتے پھوٹتے بھی جو دیکھتے تو حزیں نہ تھے

مگر آج خود پہ نظر پڑی تو شکستِ جاں نے ہلا دیا(۱۹)

ٹوٹتے پھوٹتے سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعتِ تلمیع: کلام میں ایک سے زیادہ زبانوں کو جمع کرنا، تلمیع کہلاتا ہے۔ زیادہ زبانوں کا استعمال زبان دانی کا متقاضی ہے۔ احمد فراز کی مادری زبان ہندکو اور علاقائی زبان پشتو تھی۔ ان کے والد صاحب کو فارسی پر بھی خوب دسترس تھی۔ فراز کو پشتو اور فارسی ورثے میں ملی۔ اردو زبان سے خوب شناسا تھے۔ پنجابی سمجھتے تھے۔ مختلف زبانوں کا ادراک اُن کی زبان دانی کی دلیل ہے۔ صنعتِ تلمیع کے عمدہ نمونے ان کی شاعری میں مل جاتے ہیں۔ صرف فارسی زبان سے متعلق مثال ملاحظہ ہو:

یہ ہست و بود یہ بود و نمود وہم ہے سب

جہاں جہاں بھی کوئی تھا وہیں وہیں کوئی ہے(۲۰)

پہلے مصرعے میں فارسی زبان کے الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔

صنعت اشتقاق: کلام میں ایسے الفاظ لانا جو ایک ہی مادہ یا مصدر سے ماخوذ ہوں۔ اس صنعت کے ذریعے شاعر کسی ایک لفظ کے دیگر مشتقات کا ذکر کرتا ہے اور مشتقات کا بیان دراصل شاعر کی عربی زبان و بیان پر ماہرانہ گرفت کا اظہار ہے۔ اس صنعت سے کچھ صوتی آہنگ بھی پیدا ہوتا ہے جو کانوں کو بھلا محسوس ہوتا ہے۔ احمد فراز کی شاعری سے مثال دیکھیے:

میں آپ اپنا ہی ہابیل اپنا ہی قابیل
مری ہی ذات ہے مقتول و قاتل و مقتل(۲۱)

مقتول، قاتل، مقتل سے صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

صنعت ترافق: کسی شعر کے دونوں مصرعے یا قطعہ، رباعی، مسدس وغیرہ کے چاروں مصرعے شعر میں اس انداز سے لائیں جائیں کہ چاہے کسی مصرع کو پہلے پڑھیں یا بعد میں۔ معنی میں فرق نہ آئے تو صنعت ترافق پیدا ہوتی ہے۔ احمد فراز کی شاعری سے مثال دیکھیں:

آدمی کو خدا نہ دکھلائے
آدمی کا کبھی خدا ہونا(۲۲)

صنعتِ ذوالقوافی: اگر شعر میں دو یا دو سے زیادہ قافیے جمع ہو جائیں تو اُسے صنعت ذوالقوافی کہا جاتا ہے۔ احمد فراز کے ہاں مثالیں موجود ہیں:

شعلہ تھا جل بجھا ہوں ہوائیں مجھے نہ دو
میں کب کا جا چکا ہوں صدائیں مجھے نہ دو(۲۳)

صنعت مماثلت: اگر مصرع اوّل کے سارے الفاظ دوسرے مصرعے کے سارے یا اکثر الفاظ کے ہم وزن ہوں تو اُسے صنعت مماثلت کہتے ہیں۔

یہ بھی کیا سوچنا ہے کہ ہر وقت ناداں اُسے سوچنا
یہ بھی کیا دیکھنا ہے کہ ہر سمت پاگل اسے دیکھنا(۲۴)

صنعت تفریع: اس صنعت کے حوالے سے مختلف ماہرین کی آرا مختلف ہیں۔ نجم الغنی کے مطابق صنعتِ تفریع ایسی صنعت ہے جس کے تحت شعر میں جز و صدر کا حرف آخر عجز کے حرفِ آخر کے موافق ہوتا ہے۔(۲۵)

لے چلے ہیں حضرتِ ناصح مجھے جس راہ سے
لطف جب آئے اُدھر بھی کوئے جاناں نہ پڑے(۲۶)

صدر کے "لے" کا حرف "ے" عجز کے، حرفِ آخر "ے" کا موافق ہے۔

صنائع معنوی

صنعت مراعاۃ النظیر: صنعت مراعاۃ النظیر کے معنی مثال کے ہیں یعنی کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کے معنوں میں کوئی مماثلت یا مشابہت ہو لیکن یہ مماثلت تقابل یا تضاد کی نہ ہو۔ ایک چیز کے ذکر کے ساتھ اِس کے مناسبات کا ذکر ہو جیسے باغ کا ذکر ہو تو بہار، پھول، بلبل، سرو صنوبر وغیرہ کا ذکر مناسبات کہلاتا ہے۔ احمد فراز کی شاعری میں مراعاۃ النظیر کے خوب صورت نمونے موجود

ہیں۔ احمد فراز مراعاۃ النظیر کے ذریعے کسی بھی امر واقع کی ایسی مجموعی تشکیل بندی کرتا ہے کہ اس صنعت کی بدولت ان کے اشعار کی بصری تشکیل متشکل ہو جاتی ہے جس سے محاکاتی انداز پیدا ہوتا ہے اور معنوی تفہیم میں آسانی ہو جاتی ہے جس سے موضوع کی مجموعی تصویر اُبھر کر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ مثال دیکھیے:

خنجر درِ آستیں ہی ملا جب کبھی ملا
وہ تیغ کھینچا تو یہ سر بھی اُسی کا تھا(۲۷)

خنجر، تیغ، سر، سب مناسبات ہیں۔

صنعت تضاد، طباق، تکافر: اس صنعت کی رُو سے کلام میں دو ایسے لفظ استعمال کیے جاتے ہیں جو معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کے متضاد ہوتے ہیں۔ احمد فراز نے صنعتِ تضاد کو نہایت خوب صورتی سے برتا ہے۔ وہ دو مختلف اشیاء کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ موضوع میں فکری گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی فکری گہرائی اور تقابلی جائزہ احمد فراز کی مضمون آفرینی پر دلالت کرتا ہے۔ صنعتِ تضاد کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شاعر دو مختلف اشیا کا ذکر اس انداز سے کرے کہ اُن کے درمیان کوئی معنوی تضاد پیدا نہ ہو۔ احمد فراز کی شاعری میں صنعت تضاد اسی حسن سے مستحسن ہے۔ ان کے یہاں صنعت تضاد ایجابی چار صورتوں میں ملتی ہے جن کی متعدد مثالیں ہر کتاب میں موجود ہیں وہ چار صورتیں یہ ہیں:

(الف) دونوں لفظ اسم ہیں۔ (ب) دونوں لفظ فعل ہیں (ج) دونوں "حرف" استعمال ہوئے ہیں۔

(د) ایک اسم اور ایک فعل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ یہاں صرف حصہ الف کی مثال دی جاتی ہے۔

تم نے دنیا کے خوابوں کی جنت بُنی
خود فلاکت کے دوزخ میں جلتے رہے(۲۸)

جنت، دوزخ میں تضاد ہے دونوں اسم ہیں۔

تضاد سلبی: تضاد ایجابی میں الفاظ کے معنی مثبت ہوتے ہیں۔ تضاد سلبی میں الفاظ کے معنی میں تضاد حرفِ نفی سے پیدا کیا جاتا ہے۔

یہ چند سانسوں کی فرصت بڑی غنیمت ہے
کسے خبر ہے کہ پھر حادثے ٹلیں نہ ٹلیں(۲۹)

"حادثے ٹلیں نہ ٹلیں" میں تضاد سلبی ہے۔

صنعت لف و نشر: لف کے معنی لپیٹنا اور نشر کے معنی پھیلانا یا کھولنا کے ہیں اور "اصلاح میں وہ ہے کہ پہلے کئی چیزیں مذکور کریں اور بعد اس کے ہر ایک کے منسوبات او متعلقات بغیر تعین کے بیان کریں۔"(۳۰)

پہلی صورت کا نام لف اور دوسری صورت کا نام نشر ہے۔ احمد فراز نے صنعت لف و نشر کا استعمال ایسے سلیقے سے کیا ہے کہ یہ استعمال ان کی عقلی و فکری بصیرت کا مضبوط حوالہ بن گیا ہے۔

لف و نشر مرتب: شب سلگتی ہے دوپہر کی طرح
چاند سورج سے جل بجھا جیسے(۳۱)

شب کو چاند سے اور دوپہر کو سورج سے منسوب کیا گیا ہے۔

لف و نشر غیر مرتب:

ناخوش ہیں کبھی بت کبھی ناراض حرم ہے
ہم دل زدگاں کا نہ خدا ہے نہ صنم ہے(۳۲)

بت کو صنم سے اور خدا کو حرم سے منسوب کیا گیا ہے۔

صنعت جمع: وہ صنعت ہے جس میں چند چیزوں کو ایک ہی حکم کے تحت جمع کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات شاعر مختلف اشیا کو جمع کر کے اُن میں کوئی فکری ارتباط تلاش کرتا ہے۔ یہ صنعت اشیاء کے داخلی روابط اور ان کے درمیان فکری مناسبات کی نشان دہی کا باعث ہوتی ہے۔ احمد فراز نے صنعت جمع کا استعمال نہایت فنکارانہ انداز میں کیا ہے جس میں ان کی خاص شعری جہتیں، رومان، طنز، معاشیاتی اور سماجیاتی رویے ایک خاص فکری دھاگے میں موتیوں کی طرح پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ کسی حسینہ کے دوپٹے پر مختلف قسم کے ستارے ٹانک دیے گئے ہیں جو مختلف رنگوں میں ہونے کے باوجود حسن کا ایک مجموعی احساس پیدا کر رہے ہیں۔

تنگ قبائے! کج کلہے، زریں کمرے
اس کافر میں ساری غزل کی باتیں ہیں(۳۳)

صنعت تفریق: وہ صنعت ہے جس میں ایک ہی طرح کی دو چیزوں میں فرق کیا جائے۔ احمد فراز کی شاعری میں اس صنعت کا استعمال ان کی قوت مشاہدہ اور زورِ بیان کا آئینہ دار ہے۔

اس قدر روپ ہیں یاروں کے، کہ خوف آتا ہے
سرِ میخانہ جدا اور سرِ دربار جدا(۳۴)

صنعت عکس و تبدیل: جب کسی کلام میں دو باتوں کا ذکر کیا جائے، پھر انھیں بدل کر پہلی بات کو دوسری اور دوسری کو پہلی بنا دیا جائے تو اُسے صنعت عکس و تبدیل کہتے ہیں۔

جو زخم داغ بنے ہیں وہ بھر گئے تھے فرازؔ
جو داغ زخم بنے ہیں وہ یار کیا اتریں(۳۵)

صنعت حسنِ تعلیل: تعلیل کے معنی علت یا وجہ کے بتائے گئے ہیں۔ علمِ بدیع کی اصطلاح میں کسی چیز کی ایسی علت یا وجہ بیان کرنا جو اس کی اصل وجہ نہ ہو لیکن ایسا محسوس ہونے لگے۔ صنعتِ حسنِ تعلیل شاعر کی بلند خیالی کی غماز ہوتی ہے۔ کسی امر واقعہ کی ایسی توجیہہ جس کی بنیاد حقیقت کی بجائے مجاز پر ہو اور شاعر کے حسنِ خیال پر دلالت کرے اُسے صنعتِ حُسنِ تعلیل کہا جاتا ہے۔ احمد فراز کے ہاں صنعت حسنِ تعلیل کا استعمال ان کی رفعت خیال، حسنِ مجاز کی نادر کاری اور خیال آفرینی کے اعجاز پر مبنی ہے۔ حسنِ تعلیل کا انحصار محض خیال آفرینی پر ہوتا ہے۔ دراصل یہی خیال آفرینی کسی بھی اچھے شاعر کا بنیادی وصف ہے۔ احمد فراز اِس وصف سے متصف ہیں۔ مثال دیکھیے:

اب سر بکف ہجوم جو دل دادگاں کا ہے

مقتل میں باندھ رکھی تھی ہم نے تری ہوا(۳۶)

صنعت تاکید المدح بہ صورت ذم: اس طرح تعریف کی جائے جو بظاہر ہجو لگے، غور کرنے سے تعریف کا پہلو نکل آئے۔

کیا کہیں جب سے مسیحا کوئی آیا ہے ادھر

شہر کا شہر ہی بیمار نظر آتا ہے (۳۷)

صنعت تمثیل: اِس صنعت میں شاعرانہ دعوے کو مثال سے پیش کیا جاتا ہے۔

سنگ دل ہے وہ تو کیوں اس کا گلہ میں نے کیا

جب کہ خود پتھر کو بت، بت کو خدا میں نے کیا(۳۸)

پہلے مصرعے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اگر محبوب سنگ دل ہے تو اس کا گلہ کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے مصرعے میں اس دعوے کو دلیل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جب خود پتھر کو بت اور پھر اس بت کو خدا بنالیا گیا ہے تو خدا کا گلہ مناسب نہیں۔

احمد فراز کی شاعری میں صنائع لفظی اور صنائع معنوی کی متعدد صورتیں منفرد معیار کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کے استعمال میں حروف علت اور حروفِ صحیح کے خوبصورت تال میل سے جدت و تازگی کا وصف پیدا ہو گیا ہے۔ احمد فراز نے صنائع لفظی و معنوی کو محض رسماً استعمال نہیں کیا بلکہ ان کے استعمال میں علم بیان اور علم معانی سے بھی پورا پورا استفادہ کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں اُن کی شاعری موسیقیت غنایت اور معنی آفرینی جیسی خوبیوں سے ہم کنار ہو گئی ہے۔

حوالہ جات

1. حنیف گنگوہی، مولانا، نیل الامانی شرح اردو (جلد دوم)، (کراچی: مکتبہ بحر العلوم سن)، ص ۳۵۵۔
2. عابد علی عابد، سید، اصولِ انتقاد ادبیات، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۷ء) ، ص ۲۲۶
3. محمد ساجد خان، ڈاکٹر، جنرل آف ریسرچ (اُردو)، (بی زیڈ یوملتان، دسمبر ۲۰۱۵ء)، ص ۱۴۴۔
4. عابد علی عابد، سید ، البدیع، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۱ء)، ص ۴۵۔
5. احمد فراز ، درد آشوب، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۵ء)، ص ۱۷۰۔
6. احمد فراز، جاناں جاناں، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۵ء)، ص ۹۵۔
7. احمد فراز، غزل بہانہ کروں ، (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۵ء)، ص ۵۳۔
8. احمد فراز، درد آشوب، ص ۴۲۔
9. احمد فراز، غزل بہانہ کروں ، ص ۱۲۱۔
10. خدیجہ شجاعت علی ، مترجم ، (فن شاعری (ترجمہ سہل البلاغت ، لاہور : شیخ محمد بشیر اینڈ سنز سن ، ص ۱۰۲۔۱۰۳۔
11. احمد فراز ، پس انداز موسم: (اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۶ء)، ص ۵۶۔

12. احمد فراز،درد آشوب، ص ۱۹۱۔

13. احمد فراز،تنہا تنہا :(اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۵ء)، ص ۳۰۔

14. احمد فراز، تنہا تنہا، ص ۱۲۸۔

15. نذیر احمد ایم اے ،پروفیسر اقبال کے صنائع بدائع ، لاہور : آئینہ ادب ،۱۹۶۶ء ص ۷۸۔

16. احمد فراز،خواب گل پریشاں ہے،(اسلام آباد،دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء)،ص ۲۴۔

17. عاصم ثقلین ،ارتباط حرف و معانی ، (لاہور :فکشن ہاؤس ۲۰۱۵ء)، ص ۹۰۔

18. احمد فراز،نایافت،(اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۴ء)،ص ۳۶۔

19. احمد فراز،پس انداز موسم، ص ۱۳۔

20. احمد فراز،اے عشق جنوں پیشہ،(اسلام آباد،دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء)،ص ۱۵۵۔

21. احمد فراز،خواب گل پریشاں ہے،ص ۱۰۱۔

22. احمد فراز، تنہا،تنہا، ص ۱۳۷۔

23. احمد فراز،نابینا شہر میں آئینہ،(اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۶ء) ، ص ۲۵۔

24. احمد فراز،بے آواز گلی کوچوں میں،(اسلام آباد، دوست پبلی کیشنز ۲۰۱۵ء)، ص ۹۵۔

25. نجم الغنی، بحر الفصاحت، جلد دوم،(لاہور :مقبول اکیڈمی ، بار اول ۱۹۸۹ء)، ص ۹۴۸۔

26. احمد فراز ،درد آشوب، ص ۱۳۶۔

27. احمد فراز،جاناں جاناں ،ص۱۰۸۔

28. احمد فراز،درد آشوب، ص ۱۱۔

29. احمد فراز، تنہا تنہا، ص ۱۶۴۔

30. امام بخش صہبائی، ترجمہ، حدائق البلاغت از شمس الدین فقیر ،مرتبہ ڈاکٹر مزمل حسین ، (فیصل آباد :مثال پبلشرز، بار اول جنوری۲۰۰۹ء)، ص ۱۴۷۔

31. احمد فراز ،درد آشوب، ص ۱۱۳۔

32. احمد فراز،پس انداز موسم، ص ۱۰۳۔

33. احمد فراز،تنہا تنہا، ص ۹۲۔

34. احمد فراز،جاناں جاناں ،ص۲۳۔

35. احمد فراز،غزل بہانہ کروں،ص۱۲۸۔

36. احمد فراز،اے عشق جنوں پیشہ،ص ۸۰۔

37. ایضاً، ص ۱۹۴۔

38. احمد فراز،پس انداز موسم، ص ۱۲۱۔